قیامِ امن میں مراکزِ علم کا کردار (تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں)

The Role of the Educational Institutions in the Establishment of Peace (In the Light of the Prophetic Teachings)

محبوب الرحمن شاہ*

ABSTRACT

One of the most important and fundamental elements of a civilized society is the presence of peace. In the absence of peace nothing can prosper and advance. In this age of science and technology, terrorist activities can become a cause of isolation from the rest of the world. That is why, every country gives extra attention to its peace and security. Many countries allocate huge sums of budget for this purpose. However, it is not only the responsibility of a government to establish peace, but, also of other institutions, especially, the educational institutions to play their role in this regard.

In this article, the role of educational institutions for the promotion of peace has been discussed. Every person of society spends some time in these institutions. These institutions can teach and train their students to develop a peaceful conduct and tolerate the different behaviors and views. But there are some problems and difficulties for educational institutions to play their required role for peace. In the perspective of our country, we can say that if we solve these problems, our country can become more peaceful, will make progress by leaps and bounds and can become one of advanced countries of the world.

Keywords: *Peace; Educational Institutions; Progress; Character; Problems and Difficulties*

* پرنسپل گورنمنٹ ماڈل دینی مدرسہ اینڈ کالج نیو حاجی کیمپ، سکھر

اسلامی تہذیب امن و امان کی زبردست حامی ہے۔ عقیدہ توحید نفرت اور دشمنی کو ختم کرتا ہے اور ہر قسم کے تعصبات کو مٹاتا ہے۔ یہ انسانی عظمت، مساوات، اتحاد، اخوت، مذہبی رواداری اور آزادی کو برقرار رکھتا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے مسلمان کی تعریف یوں فرمائی ہے:

((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)) (۱)

مسلمان وہ ہے، جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے اہل خانہ (۲) کو مکہ میں لا کر بسایا تو اللہ تعالیٰ سے سب سے پہلے امن و امان ہی کی دعاء مانگی تھی اور فرمایا:

﴿رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا ٱلْبَلَدَ ءَامِنًا وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ﴾ (۳)

(اے میرے رب اس بستی (مکہ) کو امن کا گہوارہ بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھنا۔)

گویا اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک مثالی معاشرہ کے قیام کے لیے ہر سطح پر امن وامان کے فروغ کی تعلیم دیتا ہے تاکہ معاشرے سے بدامنی کا خاتمہ ہو، امن وامان کا دور دورہ ہو اور تمام افراد کی جان و مال اور آبرو کو تحفظ ملے، اس کے لیے معاشرے کے تمام اداروں پر اہم ترین اجتماعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جس میں سے کسی ایک بھی ادارے کی کوتاہی پورے معاشرے اور ملک کو بدامنی، خون خرابہ، فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری میں دھکیلنے کا موجب بن سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں تعلیمی ادارے انتہائی اہم اور بنیادی کردار ادا کرسکتے ہیں کیونکہ اس وقت وطن عزیز میں تقریباً دو لاکھ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں، (۴) جن میں تقریباً پچیس ہزار دینی مدارس شامل ہیں (۵)۔ ان تمام تعلیمی اداروں میں تقریباً ساڑھے چار لاکھ اساتذہ پونے دو کروڑ طلبہ اور طالبات کو تعلیم فراہم کر رہے ہیں، جن میں ہر سال بتدریج اضافہ ہوتا جارہا ہے، یہ ایک بہت بڑی قوت ہے جو یقینا معاشرے کا دھارا اور رخ تبدیل کرسکتی ہے مگر اس کے لیے اس عظیم قوت کو مؤثر تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ یہ تبدیلی اس کی تعلیم وتربیت سے ہی ہوسکتی ہے جو ایک تعلیمی ادارے کا اولین فرض منصبی ہے۔ اور پھر اس میں آسانی یہ ہے کہ طالب علم یہاں خود سیکھنے کے لیے چل کر اور متلاشی بن کر آتا ہے، اسے کسی

دوسرے آدمی خصوصاً اساتذہ کی ہدایات پر عمل کرنے سے کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اساتذہ کا جتنا کردار اس طالب علم کے لیے باعث کشش ہو گا اسے اپنا آئیڈیل بنالے گا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے گا۔

اگر جملہ تعلیمی ادارے اپنے زیر تعلیم وتربیت نوجوان نسل کی مؤثر انداز سے راہنمائی کریں اور ان کی کردار سازی کریں تو وہ وقت دور نہیں جب ہمارے معاشرے سے بدامنی، فرقہ واریت، ظلم وستم اور حقوق کی پامالی کا خاتمہ ممکن ہو جائے گا اور ہر طرف امن وسکون چین وعافیت کا دور دورہ ہو گا۔ اس سلسلے میں تعلیمی ادارے اپنے زیر تعلیم طلباء میں درج ذیل خوبیاں اور اوصاف پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں جس سے نہ صرف معاشرے میں امن وسلامتی کا دور دورہ ممکن ہو گا بلکہ ہمارا مادر وطن انتہائی تیز رفتاری سے ترقی اور عروج کی طرف رواں دواں ہو جائے گا

طلباء کا مطلوبہ کردار

۱) **احساس ذمہ داری:** ایک سچے مسلمان تعلیم یافتہ اور ذمہ دار آدمی کی پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے ذمہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کو اولین فرض سمجھے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے تاکہ دنیا میں امن وسکون کے حصول کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی نجات اور کامیابی حاصل کرے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی، آدمی اپنے اہل وعیال پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی، خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی، ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ شاید یہ آپ ﷺ نے یہ بھی کہا

کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی"(۶)۔

ایک دوسری حدیث میں فرمان نبوی ہے:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)) (۷)

"جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی یا اور کوئی ظلم کیا ہو وہ اس سے دنیا میں ہی معافی مانگ لے قیامت کے دن سونا چاندی نہیں ہوگا اگر اس کے نیک اعمال ہوئے تو اس کی زیادتی کے برابر نیکیاں دینی پڑیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو حقدار کے گناہ کا بوجھ اٹھانا پڑے گا"

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ))(۸)

"ایک بار حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ مفلس کون ہے؟ تو صحابہ کرام نے کہا ہم مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس سونا چاندی نہ ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا (حقیقی) مفلس وہ آدمی ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوٰۃ کے (بڑی مقدار میں) اعمال لائے گا لیکن اس نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو تکلیف پہنچائی ہوگی جس پر ہر ایک (مدعی) کو (ان زیادتیوں کے) بدلے میں اس کی نیکیاں دی جائیں گی جب اس کی نیکیاں ختم

ہو جائیں گی تو ان لوگوں کے گناہ اس پر لادے جائیں گے جس کے بعد اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا"

اگر کوئی تعلیمی ادارہ اپنے زیر تربیت و تعلیم طلباء کی ایک معقول تعداد میں بھی یہ خوبی اور وصف پیدا نہ کر سکے تو اس بات کی دلیل ہو گی کہ لازماً کہیں نہ کہیں کمی رہ گئی ہے جس کا ہمیں لازمی تدارک کرنا ہو گا، ورنہ ایک چنگاری کو شعلہ جوالہ بنتے دیر نہیں لگتی، جو پورے معاشرے کو بھی جلا کر تباہ و برباد کر سکتی ہے، اس لیے تعلیمی اداروں کو زیر تعلیم طلباء کی حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہی خطوط پر تربیت بھی کرنی ہو گی۔

۲) **تہذیب و اخلاق:** تہذیب، مروت اور اخلاق کسی بھی آدمی کے تعلیم یافتہ ہونے کی اہم علامات ہیں۔ جس طرح بچہ اپنے والدین کا عکاس ہوتا ہے اسی طرح طالب علم اپنے تعلیمی ادارے اور اساتذہ کا عکاس ہوتا ہے اس لیے تعلیمی ادارے میں طلبہ کی اس انداز سے تربیت کا انتظام کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ ایک ذمہ دار، مفید شہری اور دوسروں کے حقوق کا پاسدار بن کر نہ صرف اندرون بلکہ بیرون ملک بھی اپنے مادر تعلیمی ادارے اور اپنے اساتذہ کا نام روشن کرے۔

۳) **آفاقی دین کا داعی:** قرون اولی کے مسلمان جہاں بھی تجارت کے لیے یا کسی کام سے جاتے، تو وہاں اپنے اخلاق اور کردار سے دوسروں کو اپنا گرویدہ بنائے بغیر نہ رہتے جس کی بدولت تاریخ اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہے کہ ایک ایک آدمی کے ہاتھ پر ہزاروں لوگ بھی حلقۂ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں۔ دور حاضر کے طالب علم، تاجر اور سیاح بلکہ ہر مسلمان میں بھی اس صفت کا ہونا معاشرے میں امن و سکون کی علامت ہو گا یہ صفت بھی تعلیمی ادارہ ہی پیدا کر سکتا ہے اس صفت اور خوبی کی بدولت یہ طالب علم جہاں بھی جائے گا غیر مسلم اقوام سے متاثر ہونے اور ان کے رنگ میں رنگے جانے کے بجائے اپنے کردار و عمل سے اسلام کا آفاقی پیغام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو گا۔

اس وقت بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کی کافی بڑی تعداد ہے[9]۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگ اپنے ملک کا نام روشن کرنے کے بجائے بدنامی کا سبب بنتے ہیں[10]۔ اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ بیرون ملک پاکستانیوں کی کافی بڑی تعداد غیر ہنر مندوں کی ہے، جو عام مزدوری کرتے ہیں چونکہ یہ افراد تعلیم اور تربیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں اس لیے ایسی حرکات کر بیٹھتے ہیں جس سے ملک کی

بدنامی ہوتی ہے۔ اگر ہمارے تعلیمی اداروں میں عام تعلیم کے ساتھ فنی تعلیم اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا بھی مؤثر انتظام ہو تو ایک عام مزدور، ہنرمند اور ملازم بھی نہ صرف اپنے ملک کا نام روشن کر سکتا ہے بلکہ اسلام کے آفاقی دین کا خاموش داعی بھی بن سکتا ہے اور قرون اولی کے مسلمان سیاحوں اور تاجروں کی طرح جہاں سے گزرتا جائے گا اسلام کی خوشبو بکھیرتا چلا جائے گا۔

۴) **محب وطن:** حب وطن کی ادنی علامت اور کم از کم پہچان یہ ہے کہ محب وطن آدمی روزانہ، ہفتے یا مہینے کی حساب سے معاشرے اور ملک کی فلاح و بہبود کے لیے مستقل بنیادوں پر کچھ وقت رضاکارانہ طور پر وقف کر دے[11]، یہ اگرچہ بظاہر معمولی سا وقت ہے مگر ان ہی لاکھوں قطروں کے ملنے سے نہر اور پھر اس سے دریا بن سکتے ہیں۔ ایک استاد سے سینکڑوں غریب طلباء مستفید ہو کر تا زندگی اس کا صدقہ جاریہ بن جائیں گے جس کے لیے آج کے طلباء جو مستقبل کے اساتذہ ہیں میں اس کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ان طلباء کی تعلیمات نبوی کی روشنی میں تربیت کرنا ہو گی، یہ کام تعلیمی ادارے میں بخوبی ہو سکتا ہے، اسی طرح طلباء کو شہری دفاع کی طرز کی ٹریننگ اور تربیت بھی دوران تعلیم دی جا سکتی ہے جس کی بدولت ہنگامی حالات (سیلاب، زلزلہ اور دیگر حادثات و آفات) میں وہ قوم کی خدمت اور ملکی اداروں کا ہاتھ بٹا سکتے ہیں جس کی بدولت ہنگامی حالات میں نہ صرف جذبہ حب الوطنی سے سرشار وافر افرادی قوت میسر رہے گی بلکہ ملکی خزانہ پر ایسے مواقع پر بوجھ بھی کم پڑے گا۔

حب وطن کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آمدن کا کچھ مخصوص حصہ خواہ صرف ایک فیصد ہی ہو ملک کی فلاح و بہبود کے لیے ماہانہ یا کم از کم سالانہ بنیاد پر وقف کر دے جسے انفرادی یا اجتماعی طور پر فلاح و بہبود کے کاموں خرچ کرے یا ضرورت مندوں کی مدد کرے، اگر تعلیمی ادارے اس قسم کے کسی منصوبے پر کام کریں تو اس کے کافی مفید اور مثبت نتائج سامنے آسکتے ہیں کیونکہ طلباء کو اپنے تعلیمی ادارے سے تا دیر انس اور قلبی تعلق رہتا ہے اور اپنے اساتذہ کا عموماً دل سے احترام کرتے ہیں جن کے سامنے بلند سے بلند مقام تک ترقی پانے والا بھی اپنے آپ کو بدستور طالب علم سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے بشرطیکہ استاذ نے خلوص اور محنت سے اپنی ذمہ داری ادا کی ہو۔ حب وطن کا اعلی اور بلند ترین درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مادر وطن کے تحفظ اور بقاء کے لیے ضرورت پڑنے پر اپنی جان کی ہی بازی لگا دینے سے دریغ اور گریز نہ کرے۔

۵) **تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما:** تعلیمی اداروں کا طلباء کے حوالے سے ایک اور اہم کردار ان کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما ہے، مادر وطن میں بے بہا ٹیلنٹ اور صلاحیتیں ہیں جن کی نشوونما اور انہیں اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے اس سلسلہ میں بھی تعلیمی ادارے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ذہین طلباء اپنے محدود وسائل اور ذرائع کے ساتھ دنیا بھر میں اپنی قابلیت کا نہ صرف سکہ منوا رہے ہیں بلکہ عالمی ریکارڈ اپنے نام کر رہے ہیں [۱۲] اگر ان کو ایک منظم، ہمہ گیر اور بلا امتیاز پروگرام کے تحت مواقع فراہم کیے جائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو چند سالوں میں ملک ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

ؔ ذرا نم ہو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

۶) **مفید و ہنر مند شہری:** تعلیمی اداروں کا ایک اہم کام اپنے زیر تعلیم طلباء کو مفید اور ہنر مند شہری بنانا بھی ہے کیونکہ طلباء کی کافی بڑی تعداد اعلی تعلیم کے حصول میں کامیاب نہیں ہو پاتی، مختلف وجوہات کی بنا پر انہیں اپنا سلسلہ تعلیم ترک کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان طلباء کو دوران تعلیم کچھ ہنر سکھا دیئے جائیں تو وہ تعلیم جاری نہ رکھ سکنے کی صورت میں نہ صرف اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے بلکہ ایک مفید شہری بن کر ملک و قوم کی خدمت بھی کرنے کے قابل ہو جائیں گے، ورنہ یہی نوجوان نہ صرف والدین اور خاندان کے لیے، بلکہ معاشرے میں بھی افراتفری کا سبب بنیں گے اور موقع ملتے ہی دہشت گردوں کا آلہ کار بن کر ملکی امن و امان کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔

۷) **تعلیم یافتہ اور دیانت دار رجال کار:** تعلیمی اداروں کا مزید ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ وہ ملک کو ایسے باصلاحیت، تعلیم یافتہ اور دیانت دار رجال کار فراہم کریں جو دور جدید کے تقاضوں سے نہ صرف آگاہ ہوں بلکہ اس کے چیلنجوں سے نمٹنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ذمہ داریاں نبھانے کے اہل بھی ہوں۔

مشکلات اور رکاوٹیں:

جتنا مقصد اور ہدف بلند ہو اس قدر اس کی راہ میں مشکلات بھی حائل ہو جاتی ہیں، تعلیمی اداروں کو بھی مذکورہ بالا انداز سے کام کرنے میں متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جب تک ان مسائل اور مشکلات کا تدارک نہیں کیا جاتا تعلیمی ادارے بھی اپنا کردار احسن طریقہ سے ادا کرنے سے قاصر ہونگے۔ ذیل میں چند مشکلات اور مسائل کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

۱) **طبقاتی نظام تعلیم:** ہمارے ملک میں اس وقت ایک سے زیادہ نظامہائے تعلیم رائج ہیں [۱۳] اور ہر ایک کا قبلہ جدا ہے جو ہمارے معاشرے کی وحدت کے لیے زہر قاتل ہیں۔ یہ مختلف تعلیمی نظام ملک میں طبقاتی اور معاشرتی کشمکش کو فروغ دینے کا ذریعہ بن رہے ہیں، جس سے پیدا ہونے والی تفریق کے باعث ہم کبھی بھی ایک قوم نہیں بن سکتے اور نہ ہی ہم میں یک جہتی اور یکسوئی پیدا ہو سکتی ہے جو کہ ملکی ترقی کے لیے اشد ضروری ہے۔ اس وقت ہمارے ملک کے درج ذیل تعلیمی نظام ہیں:

اول: عام سرکاری سکول: ان میں عموماً غریب لوگوں کی اولاد تعلیم حاصل کرتی ہے جہاں پر یہ بچے اول تو تعلیم پوری ہی نہیں کر پاتے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان بچوں کے والدین ان کے تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتے اور جو بچے کسی طرح تعلیم حاصل کر لیتے ہیں ان کی قابلیت اس قدر نہیں ہوتی کہ وہ اچھی ملازمت ہی اختیار کر سکیں جس کی وجہ سے یہ طلباء صرف شرح خواندگی میں برائے نام اضافہ کرنے کے علاوہ کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء انگلش میڈیم اور کیمرج اور آکسفورڈ سسٹم کے تحت تعلیم حاصل کرنے کو طلباء کو دیکھ کر ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں جو کبھی ان کی مایوسی میں بدل جاتی ہے جس کی وجہ سے ان طلباء کی ایک معقول تعداد تعلیم ہی کو خیر باد کہہ دیتی ہے۔

دوم: دینی مدارس یا دارالعلوم: یہ تعلیمی ادارے عموماً مسلکی بنیادوں پر قائم ہیں جن سے فارغ ہونے والے افراد کی اکثریت صرف مساجد یا تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تدریس سے ہی سے وابستہ ہوتی ہے، مسلکی بنیادوں پر قائم ان اداروں سے تعلیم یافتہ ہونے کے باعث ان کی زندگی مسلک اور فرقہ کی حدود اربعہ میں ہی گھومتی ہے اس سے باہر سوچنے کی زحمت عموماً کم ہی گوارا کی جاتی ہے

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کے نام پر قائم کیے گئے اس ملک میں اسلام کی تعلیم دینے والے ان اداروں میں دوسرے فرقے اور مسلک کے بورڈ کی ڈگری نا قابل قبول ہے۔

سوم: انگلش میڈیم: ان تعلیمی اداروں میں مڈل کلاس طبقہ کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔یہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے درمیانی قسم کے طالبعلم ہوتے ہیں جن کا مقصد زیادہ سے زیادہ حصول تعلیم ملازمت ہوتا ہے جو انہیں عموما درمیانے درجے کی مل جاتی ہے اور یہی ان کی معراج ہوتی ہے اور پھر ان کی ساری عمر اسی میں بسر ہو جاتی ہے۔ اور کچھ چند ایک ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کی قسمت ان کا ساتھ دے دیتی ہے اور وہ اچھی پوزیشن اور مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد کافی کم ہوتی ہے

چہارم: کیمرج اور آکسفورڈ نظام تعلیم: اس نظام تعلیم کے تحت صرف ہمارے امراء اور طبقہ اشرافیہ کے بچے تعلیم حاصل کرپاتے ہیں کیونکہ اس کے اخراجات مڈل کلاس کی پہنچ سے بھی باہر ہوتے ہیں۔ اس نظام کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے طالبعلم مقابلے کے امتحانات میں .جو صوبائی پبلک سروس کمیشن کے تحت یا پھر وفاقی سروس کمیشن کے تحت ہوتے ہیں. زیادہ کامیاب ہوتے ہیں اور یہی لوگ ملکی اداروں میں اہم اور کلیدی عہدوں پر فائز ہونے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جس ملک میں اتنے زیادہ نظام تعلیم ہوں اس کا ایک قوم بننا کوئی آسان کام نہیں بلکہ یہ نظام تعلیم ہی مختلف طبقات اور درجات بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

۲) **دینی اور عصری تعلیم میں خلیج:** اگر دینی تعلیمی اداروں میں جدید تعلیم کا انتظام نہیں تو عصری تعلیمی اداروں نے بھی تمام اسلامی علوم کو صرف ایک مضمون کے برابر حیثیت دے رکھی ہے، جس کی وجہ سے نئی نسل دینی اور اسلامی اقدار سے بے بہرہ ہوتی جارہی ہے۔ ہم اس وقت ہر ممکن سرٹیفکیٹ، ڈپلومے، اور ڈگریاں تو جاری کررہے ہیں لیکن اُمّت مسلمہ کے معاملات کو چلانے اور بنی نوع انسانیت کے لیے راہ نمائی کے لیے درکار فہم و فراست رکھنے والے علمی ماہرین تیار نہیں کررہے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو ہم اپنی اسلامی تہذیب ہی سے بے گانہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو تعلیم فرد کو اللہ سے نہیں ملاتی، توحید کا تصور واضح نہیں کرتی، اللہ کی حدود میں رہ کر زندگی بسر کرنے کا شعور نہیں دیتی، دینی اخلاق کو نہیں سنوارتی اسے حقیقی معنوں میں تعلیم ہی نہیں کہا جاسکتا۔

ہمیں اسلامی تعلیمات کو پورے نظام تعلیم میں اس طرح سمو دینا ہو گا کہ وہ اس کی روح رواں اور اس کا احساس و ادراک بن جائے۔ اگر ہمارا نظام تعلیم اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں اور تعلیمات کے مطابق ہو گا، تو ہمیں سائنس، معیشت، ٹیکنالوجی، قانون سمیت ہر شعبہ میں ایسے ماہرین میسر آئیں گے جو دنیا کے لئے مثال ہوں گے۔ ہمیں تعلیمی اداروں میں اپنے طلبا کو اسلامی اخلاقیات سکھانی ہوں گی۔ بچوں کو پڑھاتے ہوئے ہمارے پیش نظر تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم ایسے افراد تیار کریں جو ہماری قومی تہذیب کو سمجھتے ہوں۔ سکولوں میں ضروری ہے کہ بچے کو سکول کے پہلے دن سے ہی اسلام اور اخلاقیات کے بنیادی تصورات سے آگاہی دی جائے۔ اسلام جن اخلاقی تصورات اور اقدار کو پیش کرتا ہے انہیں ہر مضمون کے اسباق حتیٰ کہ ریاضی اور سائنس تک میں اس انداز سے سمو دیا جائے کہ بچوں کے ذہن میں مستحکم بنیادوں پر نشین ہو جائے اور ان کا مزاج اور فطرت ثانیہ بن جائے۔

اس کے علاوہ سکولوں میں مختلف مضامین کی تدریس کے دوران بچوں کو اخلاقیات سکھانے پر فوکس کیا جائے۔ ان کے اندر رشوت خوری سے نفرت اور حرام و حلال کی تمیز کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ ان کے دلوں میں تدریس کے ذریعے جھوٹ، دھوکے دہی، فریب، خود غرضی، نفس پرستی، چوری، جعل سازی، بد عہدی، خیانت، شراب، سود، قمار بازی، ظلم، ناانصافی اور لوگوں کی حق تلفی سے سخت نفرت پیدا کی جائے۔ بچے نرم و نازک شاخ کی طرح ہوتے ہیں انہیں بچپن میں جس سمت اور رخ موڑا جائے وہ اسی پر بڑی آسانی سے چل پڑتے ہیں مگر جس طرح کسی شاخ کے بڑا اور مضبوط ہو جانے پر اسے موڑنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح جوانی میں قدم رکھ لینے کے بعد ان بچوں کی ذہن سازی اور تربیت بھی مشکل ہو جاتی ہے اور ان میں پیدا ہو جانے والی غلط عادات کو چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے۔

۳) **غیر تربیت یافتہ اساتذہ:** ہمارے تعلیمی اداروں کے اساتذہ کی کافی بڑی تعداد خود ہی غیر تربیت یافتہ ہے اور ایک غیر تربیت یافتہ دوسروں کی کیا تربیت کرے گا[۱۴]؟ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ملک میں سکول سطح کے تعلیمی اداروں کی طرف عموماً وہ لوگ مجبوراً رخ کرتے ہیں جنہیں کسی دوسری جگہ اچھا اور مناسب روزگار نہ مل سکا ہو چنانچہ یہ لوگ موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ جونہی انہیں کوئی مناسب موقع مل جاتا ہے وہ اسے چھوڑ جاتے ہیں جس کہ وجہ سے یہ لوگ تعلیم کے اس مقدس شعبے سے مخلص نہیں ہوتے وہ تو اسے بطور سیڑھی استعمال کرنا چاہتے ہیں اور عارضی اور وقتی ملازمت کے لیے

مخصوص پیشہ وارانہ تربیت انہیں میل نہیں کھاتی اگرچہ انہیں اس شعبہ تعلیم میں کافی عرصہ کیوں نہ گزارنا پڑجائے جس کی وجہ شعبہ تعلیم ہر گزرتے دن کے ساتھ زبوں حالی کا شکار ہوتا جارہا ہے حالانکہ تعلیم کی ملک و قوم میں وہی حیثیت ہوتی ہے جو انسانی بدن میں روح کی ہوتی ہے کیونکہ تعلیم کے بغیر آدمی تو ایک لاشہ ہی نہیں بلکہ ایک خونخوار درندہ ہے۔

اس روح (شعبہ تعلیم) کو فوری آکسیجن کی فراہمی اشد ضرورت ہے ورنہ غیر تربیت یافتہ ڈرائیور کی طرح غیر تربیت یافتہ معلم اور استاد بھی نہ صرف غیر مفید ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس کا نقصان بھی کر سکتا ہے

۴) **کرپشن:** کرپشن جیسا ناسور تعلیم جیسے مقدس پیشے میں بھی سرایت کر گیا ہے اور کل تک کا آئیڈیل کردار کا استاد آج اپنی وسعت کے مطابق کرپشن میں ملوث ہونے لگا ہے اور ایک بددیانت شخص ملک و ملت کے لیے وفادار اور مخلص افرادی قوت کس طرح تیار کر سکتا ہے؟ چنانچہ نہ صرف تعلیمی نظام کی بہتری بلکہ ملکی ترقی اور خوشحالی کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ سیاسی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر شعبہ تعلیم کو ہنگامی بنیادوں پر کرپشن سے پاک کیا جائے۔

۵) **فنی تعلیم کی طرف بے توجہی:** تعلیمی اداروں کے قیام کا بنیادی مقصد طلباء کی ہمہ جہت تربیت ہے مگر ہمارا نظام تعلیم اسی خیال کا عکاس نظر آتا ہے کہ سکول میں داخل ہونے والا ہر بچہ یونیورسٹی کی اعلی تعلیم تک کامیابی حاصل کر کے حکومت کی جانب سے ملازمت فراہم کیے جانے تک انتہائی شریفانہ اور پرامن انداز اختیار کرتے ہوئے خاموشی اور صبر واستقامت سے انتظار کرتا رہے گا اور اس پورے نظام میں اس بات کا خیال ہی نہیں رکھا گیا کہ جو طلباء اپنی تعلیم کسی بھی وجہ سے جاری نہ رکھ سکیں ان کے لیے کوئی ایسا نظام ہو کہ وہ کسی ہنر کے ذریعے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر حکومت پر بوجھ بننے کے بجائے اپنی زندگی کی گاڑی از خود چلا سکیں۔ حالانکہ اعلی تعلیم تک رسائی حاصل کر سکنے اور اس سے محروم رہ جانے والے طلباء کے تناسب کو نظام تعلیم کے خدوخال میں مدنظر رکھنا ضروری تھا اور ہمارموجودہ نظام تعلیم اس خصوصیت سے عاری ہے۔

ہماری تعلیم کی صورت حال یہ ہے کہ جس پیداوار (مثلاً ڈاکٹرز، انجینئرز، آئی ٹی ماہرین، اکاؤنٹنٹ، مالیات، کاروبار، معاش اور معیشت کے ماہرین اور ان کا مددگار فنی اور تکنیکی سٹاف) کی

ضرورت زیادہ ہے وہ بہت کم اور جس پیداوار (مثلاً کلرک، قاصد، چپڑاسی چوکیدار وغیرہ) کی ضرورت کم ہے وہ بہت زیادہ تعداد میں پیدا ہو رہی ہے۔ بے مقصد تعلیم اور بے ہنر افرادی قوت ہمارا آج کا سب سے بڑا مسئلہ ہے

ہمارے ملک میں فنی تعلیمی ادارے نہ ہونے کے برابر ہیں اور جو موجود ہیں وہ بذات خود اتنے فرسودہ نصاب و آلات کے ساتھ چل رہے ہیں کہ وہ آج کی فنی ضروریات کے مطابق ہنر مند تیار کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ ہمارے نظام تعلیم سے بارہ یا چودہ سال کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک طالب علم کے پاس کیا صلاحیت ہو گی تو انتہائی ناگفتہ بہ صورتحال سامنے آئے گی کیونکہ یہ نوجوان ملک اور معاشرے کی کوئی خاص خدمت سر انجام دینے کے قابل نہیں ہوتے[۱۵] الا یہ کہ وہ شہروں میں جا کر غیر ہنر مند فرد کی حیثیت سے مزدوری کریں اور دینی شعور اور تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے فرقہ واریت کا شکار یا دہشت گردوں کا آلہ کار بن کر ملک کے امن و امان کو تباہ و برباد کرتے پھریں۔

۶) **طلباء یونین:** تعلیمی اداروں میں سیاسی یونین کے کردار کا بھی بغور جائزہ لینا ہو گا کہ اس سے ہمارے معاشرے کو فوائد زیادہ حاصل ہوئے ہیں یا نقصان؟ یونین کے فوائد سے انکار نہیں اس طرح تو ہر چیز میں کوئی نہ فائدہ تلاش کیا جا سکتا ہے مگر فیصلہ ہمیشہ مجموعی نتائج پر ہی کیا جاتا ہے، اگر ان تعلیمی اداروں سے موازنہ کر کے جائزہ لیا جائے جہاں سیاسی تنظیموں کا کردار نہیں تو حیران کن نتائج سامنے آئیں گے اس وقت تعلیمی اداروں میں سیاسی تنظیموں سے وابستہ طلباء کا کردار قابل توجہ ہے، عمومی مشاہدہ یہی کہ جہاں بھی تعلیمی اداروں میں سیاسی لسانی وغیرہ تنظیموں کا عمل دخل زیادہ ہوا وہاں متعدد مسائل نے جنم لیا اور تعلیمی ماحول خراب ہوا بلکہ امن و امان کے مسائل بھی پیدا ہوئے۔

۷) **سرکاری مداخلت:** تعلیمی اداروں میں سرکاری مداخلت اور بااثر افراد کے اثر و رسوخ نے بھی تعلیم کے نظام کو کھوکھلا کر دیا ہے جس کی وجہ سے عام تعلیمی اداروں کے اساتذہ یکسوئی سے کام نہیں کر سکتے اور ان کی توانایاں تعلیمی میدان میں صرف ہونے کے بجائے سیاسی اثر و رسوخ کے حصول میں صرف ہوتی ہیں جو کہ شعبہ تعلیم کے لیے کسی آفت ناگہانی سے کم نہیں۔

۸) **فرقہ واریت:** ہمارے ملک میں تعلیمی اداروں کی ایک کافی بڑی تعداد دینی مدارس کی ہے[۱۶] ان کے مفید کردار سے قطعاً انکار نہیں کیونکہ انہوں نے حکومت کا تعلیم کے میدان میں کافی حد تک بوجھ اٹھا رکھا ہے مگر ان کا عمومی ماحول یا نظام فرقہ واریت کے خاتمے میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کرتا غالباً یہی وجہ ہے کہ برطانوی تسلط سے آزادی کے باوجود ہمارے ملک میں فرقہ واریت میں برابر اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے ،بلکہ اب تو صورتحال اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ایک مکتبہ فکر کے تعلیمی ادارے سے۔ دوران تعلیم ۔ دوسرے مکتبہ فکر کے تعلیمی ادارے میں اول تو ان مدارس میں پیدا کی جانے والی ذہنیت کی وجہ سے داخلہ ہی نہیں لیا جاتا تاہم اگر کوئی طالب علم ایسا کرنا چاہے بھی تو اسے اس وقت تک داخلہ نہیں دیا جاتا جب تک یہ طالب علم ان کے اپنے ادارے سے از سر نو امتحانات پاس نہ کرلے۔

اس کے علاوہ ان تعلیمی اداروں کے فضلاء کا علمی اختلاف میں قرون اولی کے علماء کے انداز کے بالکل برعکس انداز اختیار کیا جاتا ہے اور معمولی سے اختلاف پر شدت پسندی اختیار کرلی جاتی ہے اور فتوے بازی شروع ہو جاتی ہے[۱۷] ۔

۹) **مسجد کا کردار بطور تعلیمی ادارہ:** مسجد تو اولیں تعلیمی ادارہ ہے جہاں سے ایک مسلمان سب سے پہلے رسمی اور غیر رسمی انداز سے سیکھتا ہے، اگر یہ مساجد ہی فرقہ وارانہ بنیادوں پر قائم ہوں تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ معاشرہ کو کس طرف لے جائیں گی اور پہلی ٹیڑھی رکھی جانے والی اینٹ پر تعمیر کی جانے والی بلند وبالا عمارت کا انداز کیا ہوگا، ان مساجد میں فرقہ واریت پر مبنی پروان چڑھنے والی سوچ کو بدلنا بھی ایک مشکل مرحلہ ہے جس کا ملکی تعلیمی ادارے رسمی اور رواجی تعلیم سے مقابلہ نہیں کرسکتے اس کے لیے ایک منظم کاوش کی ضرورت ہے۔

۱۰) **طلبہ کی عدم راہ نمائی:** ثانوی تعلیم کے حصول کے بعد طلباء کے لیے ایک بڑا مسئلہ ان کی مناسب راہنمائی کا فقدان ہے جس کی وجہ سے وہ مناسب شعبے کو اختیار نہیں کرپاتے جس کی وجہ سے کچھ ہی عرصہ بعد انہیں اپنے مزاج سے غیر ہم آہنگ شعبے کو اختیار کرنے پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس موقع پر ان کے لیے اسی شعبے میں آگے بڑھنا پیچھے ہٹ کر نئے آغاز کی طرح مشکل ہو جاتا جس کا نتیجہ ان کے قیمتی وقت کے ضیاع کی صورت میں نمودار ہوتا ہے جب انہیں کچھ سمجھ آتی ہے تو ان کے سروں سے کافی پانی گزر چکا ہوتا ہے۔

تجاویز

ا) **نظام تعلیم پر نظر ثانی:** اس وقت ملک میں کئی نظامہائے تعلیم ہیں جو معاشرے میں طبقاتی تفریق کا بہت بڑا سبب ہیں، ہمیں ملک کی سلامتی، امن و بقاء کے لیے تعلیم کا ایک ہی نظام اپنانا ہو گا جس میں مختلف مراحل کی ضرورت کے تناسب سے تعلیم کا انتظام ہو جس کے لیے نصاب تعلیم کو از سر نو مرتب کیا جانا ضروری ہے۔

پہلا مرحلہ: ہائر سیکنڈری ایجوکیشن: ایف اے تک کے نصاب تعلیم میں دینی اور عصری تعلیم کا تناسب مساوی ہو اور اس میں فنی تعلیم کے علاوہ شہری دفاع کی باقاعدہ تربیت بھی شامل نصاب ہو تاکہ ہر طالب علم اسلامی تعلیمات سے نہ صرف واقف ہو بلکہ کسی بھی مرحلہ میں تعلیم کو خیر باد کہنے والا طالب علم اپنے معاشرے کا ایک محب وطن، ذمہ دار، با اخلاق، پر امن اور ہنر مند شہری بن سکے۔

اس مرحلہ کے نصاب کی تشکیل کے لیے ایسے ماہرین تعلیم کی کمیٹی تشکیل دی جائے جو بیک وقت دینی اور عصری علوم میں مہارت رکھتے ہوں جو عصری مضامین کے نصاب میں متعلقہ مضمون کے ماہرین کے مشورے اور ان کی تجاویز کی روشنی میں نصاب مرتب کریں جب کہ دینی نصاب کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی خدمات لی جاسکتی ہیں یا پھر ملکی دینی مدارس کے وفاقوں کے متفقہ نصاب کو دینی اور عصری نظام تعلیم کے ماہرین کی آراء کی روشنی میں مزید ترامیم کے ساتھ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

یہ نصاب ملک کے چاروں وفاق المدارس (وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس، وفاق المدارس السلفیہ اور رابطۃ المدارس الاسلامیہ) سے منسلک معروف و مشہور مدارس کے جید علماء کرام نے جدید و قدیم علوم سے آگاہی رکھنے والے اصحاب فکر، عصری تعلیم کے ماہرین اور یونیورسٹیوں کے پروفیسرز حضرات کی معاونت سے متفقہ طور پر تیار کیا ہے جس کی روداد ”رپورٹ دینی مدارس اور اصلاح نصاب“ کے نام سے باقاعدہ شائع ہو چکی ہے[۱۸]۔

اس نصاب پر دینی مدارس کے علماء کا اتفاق ملکی حالات کے پیش نظر بہت بڑی غنیمت ہے، اسے بھی حرف آخر نہیں قرار دیا جاسکتا تاہم دینی نصاب میں مزید ترامیم اسی انداز کی کمیٹی متفقہ طور پر کرے جس میں کسی بھی مرحلہ میں سرکاری مداخلت بالکل نہ ہو ورنہ دینی مدارس ایک بار پھر تحفظات کا شکار ہو جائیں گے بلکہ مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا کمیٹی ہی کو ایف اے تک کے نصاب کی

تشکیل کی ذمہ داری دی جائے کیونکہ اس نے اس سلسلہ میں کافی مفید کارنامہ از خود ملکی خدمت کے جذبہ سے بغیر کسی مالی مفاد کے سرانجام دیا ہے تاہم اس میں مزید دینی اور عصری علوم کے ماہرین کو شامل کیا جاسکتا ہے مگر ان کا انتخاب کمیٹی پر ہی چھوڑ دیا جائے جو اپنی دو تہائی اکثریت سے کسی بھی ماہر تعلیم کو منتخب کرنے کی مجاز ہو۔ اس کمیٹی کا نصاب ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں نافذ کر دیا جائے۔

اس نصاب کو دینی مدارس بھی اختیار کر سکتے ہیں جس سے دینی اور عصری تعلیم کی تفریق اور خلیج کا خاتمہ کرنا آسان ہو جائے گا۔

اس وقت اگرچہ اٹھارویں آئینی ترمیم کے تحت تعلیم کا شعبہ صوبوں کا منتقل کر دیا گیا ہے جس میں وفاقی حکومت مداخلت نہیں کر سکتی مگر اس سے قبل سترہویں ترمیم کے تحت تحفظ پانے والے پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ آرڈیننس (۱۹) کے تحت دینی و عصری تعلیم ایک ساتھ کے نظام تعلیم کا ادارہ بدستور وفاقی حکومت کے ماتحت ہے۔

دوسرا مرحلہ: گریجوایشن تا اعلیٰ تعلیم: اس مرحلے میں طلباء کو اپنے مطلوبہ شعبہ اختیار کرنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جائے اور ساتھ ہی اس شعبہ سے متعلق مزید دینی تعلیم کا بھی انتظام ہو۔

دینی تعلیم صرف دینی مدارس کا کام نہیں بلکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا جامع نظام تعلیم وضع کرے جو طلباء میں ذکر کردہ مطلوبہ صفات پیدا کرنے کی صلاحیت کا حامل ہو تب ہی ہمارے معاشرے میں امن و سکون ہو گا اب تک تو صورت حال یہ ہے کہ گریجوایشن کرنے والے طلباء بھی بنیادی تعلیمات نبوی سے ناواقف ہوتے ہیں جس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے وہ اپنے ذمہ حقوق کی کماحقہ ادائیگی سے اسی طرح غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس طرح ایک جاہل کرتا ہے، اسلامیات کے نام پر ایک مختصر سا کورس قطعاً کافی نہیں۔

اس مرحلے کا نصاب تعلیم متعلقہ مضامین کے ماہرین کا خود مختار بورڈ مذکورہ بالا کمیٹی کی تجاویز کی روشنی میں تیار کرے تاکہ ملکی نصاب تعلیم اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو، نیز اس مرحلے کا دورانیہ حسب ضرورت بڑھایا بھی جاسکتا ہے۔

۲) **تربیت اساتذہ:** اگر نصاب تعلیم عظیم خصوصیات کا حامل ہو مگر اسے بچوں تک منتقل کرنے والے اساتذہ ہی اگر مطلوبہ صلاحیت اور تجربہ سے ہی محروم اور عاری ہوں تو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا اس لیے جدید اصولوں کے مطابق اساتذہ کی تربیت اور ریفریش کورسز نہ صرف ضروری ہیں بلکہ شعبہ تعلیم اختیار کرنے والے اساتذہ کے لیے پیشہ وارانہ تعلیم کا سند یافتہ ہونا ضروری قرار دیا جائے تاکہ محض عارضی اور وقتی طور پر شعبہ تعلیم میں وقت گزارنے کے لیے آنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو۔

تربیت اساتذہ میں سب سے اہم چیز طلبہ کی نفسیات کا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ طلبہ کی نفسیات سے بے خبر استاذ کبھی بھی ایک کامیاب استاذ نہیں بن سکتا وہ صرف ایک مقرر اور واعظ تو بن سکتا ہے جس کے سامنے کافی بڑا مجمع تو ضرور ہوتا ہے مگر کچھ لوگ تو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں کچھ اپنے خیالوں میں گم ہوتے ہیں کچھ اونگھ رہے ہوتے ہیں اور کچھ تو محو نیند بھی ہو جاتے ہیں۔

جبکہ ایک کامیاب استاذ وہی ہوتا ہے جس کی کلاس میں موجود طلبہ ہمہ تن گوش رہنے پر مجبور رہیں اور انہیں مختلف طریقوں سے چوکنا رکھنے میں کامیاب رہے اس کے لیے طلبہ کی نفسیات کو سمجھنا ضروری ہے۔

۳) **بلند کردار اور قابل لوگوں کو تعلیمی اداروں کی جانب ترغیب:** جب تک ہم تعلیم کے شعبے کو کماحقہ اہمیت نہیں دیں گے ہماری ترقی خواب و خیال ہی رہے گی اس کے لیے بلند کردار اور قابل لوگوں کو اس شعبے کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت تک ملک کا ذہین طبقہ ایسے شعبوں میں جانا زیادہ پسند کرتا ہے جہاں سے اسے زیادہ مادی فوائد حاصل ہوسکتے ہوں مگر کوئی بھی شعبہ ہو اس کو افرادی قوت فراہم کرنے والا شعبہ تعلیم ہی ہے لہذا شعبہ تعلیم کو کچھ ایسی مراعات دی جائیں جس سے قابل ترین لوگوں کا اس طرف رجحان ہو اس کا فائدہ اور ثمرات ملک کے تمام شعبوں پر پڑیں گے ضروری نہیں کہ مالی مراعات کی بارش کر دی جائے بلکہ کچھ مالی مراعات اور ترغیبات کے ساتھ کچھ اعزازات دے دیئے جائیں مثلاً گریڈ چودہ اور پندرہ کے اساتذہ کو بھی مخصوص دائرہ کار میں تصدیق کرنے کی اجازت یا کچھ مخصوص دفعات کے تحت الزام میں گرفتاری سے قبل استاذ کے ادارے سے اجازت یا اس قسم کے چند دیگر اقدامات بشرطیکہ ان کے منفی اثرات نہ ہوں بھی نئی نسل کا رخ شعبہ تعلیم کی طرف موڑنے میں کافی ممد و معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

۴) **اساتذہ کی حوصلہ افزائی:** حوصلہ افزائی ایک ایسا نفسیاتی حربہ ہے جس کی وجہ سے کسی بھی آدمی کو تن من دھن کی بازی لگا دینے پر بڑی آسانی سے مجبور کیا جا سکتا ہے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اس پر فخر بھی محسوس کرتا ہے۔

اعلی حکام کے چند تعریفی کلمات یا کاغذ کے ایک صفحے پر سرٹیفکیٹ کے نام سے چند جملے یا پھر سال بعد معمولی سی رقم انعام کے نام پر ایک استاد کے جسم میں نئی روح پھونک دیتے ہیں۔

۵) **فنی تعلیم:** دوران تعلیم مختصر اور اوسط دورانیہ کے ٹیکنیکل کورسز اور ہنر بھی سکھائے جائیں خواہ اس کے لیے ثانوی تعلیم تک کے دورانیہ میں ایک سال یا دو سال کا اضافہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس موقع پر تعلیم کو خیر باد کہنے والا طالب علم اندرون ملک یا بیرون ملک ایک ہنر مند شہری کی حیثیت سے باعزت زندگی گزار سکتا ہے۔ حکومت تمام افراد کو ملازمت فراہم نہیں کر سکتی تاہم ہنر سکھانے میں مدد کر سکتی ہے۔

٦) **امتحانی نظام:** ہمارا امتحانی نظام کافی فرسودہ اور بوسیدہ ہو گیا ہے اسے جدید خطوط پر استوار کرنا ضروری ہے یہ نظام نقل اور دیگر غیر قانونی ذرائع کے سدباب میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں نیشنل ٹیسٹنگ سروس کے نظام امتحانات کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لے کر ان کی روشنی میں موجودہ نظام امتحانات میں مناسب ترامیم کی اشد ضرورت ہے جس سے ایک طرف امتحانات میں غیر قانونی ذرائع کا سدباب ممکن ہو تو دوسری جانب نہ صرف طلبہ کا قیمتی وقت ریزلٹ کے انتظار میں ضائع ہونے سے بچ جائے بلکہ افرادی قوت کے بجائے مشینی استعمال کی وجہ سے زیادہ درست نتائج کا حصول بھی ممکن ہو جائے۔

۷) **تعلیمی محتسب کا قیام:** ہمارا عدالتی نظام انتہائی صبر آزما اور مہنگا ہے تعلیمی اداروں کے مسائل کے حل کے لیے ایک الگ محتسب ہونا چاہیے جو تعلیمی اداروں سے متعلق حل طلب معاملات میں مفت اور فوری انصاف مہیا کرے تاکہ نہ صرف طلبہبلکہ اساتذہ کو بھی فوری انصاف مل سکے اور ان کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جائے اور اطمینان سے اپنے فرائض منصبی ادا کر سکیں کیونکہ ایک استاذ کے ایک گھنٹے کا ضیاع پوری کلاس میں موجود اگر تیس طلبہ ہوں تو کل تیس گھنٹوں کا ایک ادارے کو نقصان ہوگا اور اگر کوئی کیس سالوں چلے تو اس نقصان کیا ہوگا اس کا صرف اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ سے ایک استاذ کو

جو ذہنی اذیت اور کوفت ہو گی اس پر وہ ادارے اور کلاس میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کے باوجود ذہنی طور پر غیر حاضر ہو گا۔

اس تعلیمی محتسب کو اساتذہ کے خلاف غیر اخلاقی امور کے ارتکاب پر مکمل سزا کا بھی اختیار ہو جس میں ملازمت سے برطرفی بھی شامل ہو تا کہ اس مقدس شعبہ تعلیم کو نہ صرف عمومی جرائم بلکہ اخلاقی جرائم سے بھی صاف رکھا جائے۔

۸) دینی اداروں سے فارغ افراد کی قومی دھارے میں شمولیت: پاکستان میں اس وقت مختلف مکاتب فکر کے زیر انتظام تقریباً پچیس ہزار سے زائد دینی مدارس ہیں جہاں سے ہر سال ہزاروں طلباء دینی تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوتے ہیں مگر جدید عصری تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اکثریت مساجد میں امامت اور خطابت کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

عام لوگوں کی اکثریت اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم کے لیے مساجد میں ہی بھیجتی ہے جہاں یہ دینی فضلاء ان کی اسی فرقہ وارانہ انداز سے ذہن سازی کرتے ہیں جو آگے چل کر ملکی امن و امان کے لیے خطرہ بھی بن جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اپنے خطبات اور تقاریر میں عوام الناس کے سامنے معمولی علمی اختلاف کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اسے کفر اور اسلام کی حد فاصل قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا بلکہ مخالف علمی نظریہ رکھنے والے کے بارے میں نفرت پیدا کر دی جاتی ہے اور اسے بے دین بلکہ اسلام سے خارج قرار دینے میں بھی جھجک محسوس نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے پورے معاشرے میں نفرت اور کشیدگی پیدا ہونے لگتی ہے بعض دفعہ نوبت فساد اور قتل و غارت گری تک پہنچ جاتی ہے اور کبھی تو حکومتی مشینری بھی ناکام ہوتی محسوس ہونے لگتی ہے اگر اس کا بروقت سدباب نہ کیا گیا تو یہ مستقبل کا آتش فشاں بن سکتا ہے، جب تک دینی مدارس کے فضلاء کو قومی دہارے میں نہ لایا جائے گا یہ خطرہ بدستور موجود رہے گا۔

اس کا طویل المیعاد حل یہ ہے کہ عصری تعلیمی اداروں میں بھی دینی تعلیم کا اتنا انتظام کیا جائے کہ طلباء از خود قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کے وسیع ذخیرہ احادیث کو خود سمجھ سکیں جب عام تعلیمی اداروں سے بھی طلباء کو دینی تعلیم ملنے لگے گی اور وہ حقیقی تعلیمات اسلام سے آگاہ ہونگے تو وہ فرقہ وارانہ

نظریات اور خیالات کو کم ہی قبول کریں گے ویسے بھی بحیثیت مسلمان ہر مسلمان کا بنیادی حق ہے، جب حکومت اس کے اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گی تو پھر اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جس کا آج ہمارا معاشرہ شکار ہے۔

جبکہ اس کا مختصر المیعاد حل یہ ہے کہ ہر سال ان دینی مدارس سے نکلنے والے فضلاء کی کھیپ کو قومی دہارے میں لایا جائے اس کے لیے انہیں ملکی یونیورسٹیوں سے ایک خصوصی پروگرام کے تحت ریگولر بنیادوں پر بی اے کی سطح چند مضامین پڑہائے جائیں جس میں اردو، انفارمیشن اینڈ کمپیوٹر ٹیکنالوجی ،نفسیات، جدید سائنسی نظریات اور ایجادات اور مطالعہ اقوام عالم شامل ہوں جس کی بنیاد پر انہیں بی ایڈ کی ڈگری دے کر پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں میں اردو، اسلامیات، عربی، معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان اور ناظرہ قرآن کا ٹیچر بننے کا اہل قرار دیا جائے چونکہ ان تعلیمی اداروں میں یہ لوگ اپنے افسران بالا کے ماتحت ہونگے اس لیے وہ فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے دور رہنے پر مجبور ہو جائیں گے لیکن اگر ان دینی فضلاء کو قومی دھارے میں نہ لایا گیا تو ان کی کافی بڑی تعداد اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے فرقہ واریت کو ہوا دیتی رہے گی اور امن و امان کی صورتحال بدستور خراب ہی رہے گی۔

۹) **<u>ادارہ سائنسی ایجادات و انکشافات کا قیام</u>:** ایک ایسے ادارے کی شدید ضرورت ہے جو ملک کے ٹیلنٹ کی حوصلہ افزائی کرے خصوصا سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں تحقیق اور ایجادات میں طلبہ کی بھرپور مدد کرے اس وقت ہمارے ملک میں بے شمار ٹیلنٹ موجود ہے جو گران قدر تحقیقی اور تخلیقی کام کر سکتا ہے جس کا ملک و قوم کو بہت زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے مگر ابھی تک کوئی ایسا منظم اور مربوط ادارہ نہیں جو اس سلسلہ میں تخلیقی کام (خصوصا سائنسی ایجادات وانکشافات کے حوالے سے) کرنے والے افراد کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کے کام میں معاونت فراہم کرے۔

اگر حکومت ایسا ادارہ قائم کردے اور ہر نئی ایجاد یا تحقیق پیش کرنے والے طالب علم کو اس ادارے کا ممبر بنا دیا جائے اور اسے کچھ خصوصی مراعات اور انعامات دیئے جائیں تو ملک کا ذہین طبقہ کمال دکھا سکتا ہے، اور پھر اس ادارے کو ملکی انڈسٹری سے منسلک کرنے سے جہاں نئی ایجادات کو فوری طور پر مارکیٹ میں لاکر عوام کو فائدہ پہنچایا جا سکے گا وہاں ان طلبہ کو رائلٹی کی مد میں اپنی محنت کا صلہ جلد ملتا نظر آئے گا جس کی وجہ سے یہ موجد طلبہ اور محققین مزید اپنے کارنامے دکھانا شروع کردیں گے پھر وہ دن دور

نہیں ہو گا جب پاکستان کا نام بھی دنیا میں جگمگ کر رہا ہو گا آخر پاکستانی قوم کسی سے کم نہیں بس اس کے راستے سے پتھر اور کانٹے ہٹانے کی ضرورت ہے۔

ایسے ادارے کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ قوم کو کافی عرصہ تک اس کشمکش میں مبتلا نہ رہنا پڑے گا کہ گاڑی پانی سے چل سکتی ہے یا نہیں یا پھر سو فیصد پانی پر چل سکتی ہے یا اسی فیصد پانی پر، چند ہی دنوں میں دودھ دودھ اور پانی پانی ہو جائے گا اور دعوے کی صداقت کی صورت میں نہ صرف ملک بلکہ دنیا میں انقلاب آجاتا۔

اس ادارے کے قیام سے روزگار کے ہزاروں مواقع کھلتے جس سے دہشت گردی کم کرنے میں مدد ملے گی کیونکہ دہشت گردی کی ایک بڑی وجہ احساس محرومی ہے جب ایک محروم نوجون طبقاتی خلا دیکھتا ہے اور اسے اپنی صلاحیتوں کے اجاگر کرنے کا موقع نہیں ملتا تو وہ سسک سسک کر مرنے کے بجائے ایک دم سے خود کو ختم کرنا چاہتا ہے مگر جاتے جاتے اپنے ساتھ کئی بے گناہوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے، ایسے شخص سے تعلیم و تربیت کا بھی اثر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے آدمی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا حضور ﷺ نے باقاعدہ فقر سے پناہ مانگی ہے اور اسے کفر کا ذریعہ بھی قرار دیا ہے ایک حدیث میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ)) (۲۰)

"اے اللہ! میں کفر اور فقر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں"

۱۰) **سیاسی اثر رسوخ کا خاتمہ:** تعلیمی اداروں کے نظام میں سیاسی مداخلت انتہائی تباہ کن ہے اس لیے ان میں کسی بھی قسم کی مداخلت جرم قرار دی جائے اور ملازمین کے سروس قوانین کو جدید خطوط پر استوار کر کے ان پر عمل یقینی بنایا جائے اور ان کے تحفظ کا تعلیمی محتسب کا ضامن بنا دیا جائے تاکہ اساتذہ یکسو ہو کر تدریس جاری رکھ سکیں انہیں یہ اندیشہ و خطرہ نہ ہو کہ ان کے خلاف سیاسی اثر و رسوخ کی وجہ سے کوئی غیر قانونی سلوک کیا جائے گا۔

۱۱) **مسجد کے کردار کا احیاء:** اسلامی معاشرے میں مسجد کا انتہائی اہم کردار ہے یہ کسی بھی بچے کی ماں کی گود کے بعد عموماً پہلی درسگاہ ہوتی ہے اور مرتے دم تک ہر مسلمان کا اس سے وابستہ رہتا ہے مگر آج ہمارے معاشرے میں اس کا کردار محدود ہو کر رہ گیا ہے یہ ہر محلے میں بنی بنائی ایک تیار درسگاہ ہے جس کو فعال

بنانے کے لیے کسی بھی دیگر پرائمری سکول سے بہت کم وسائل درکار ہوتے ہیں مگر ہم بحیثیت قوم اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہیں اور یہ صبح سے ظہر تک مقفل کر دی جاتی ہے جو کہ ایک قومی المیہ ہے۔ اس کو ایک منظم اور مربوط نظام کے تحت فعال کرنے کی ضرورت ہے

۱۲) **تعلیمی تھنک ٹینک کا قیام:** ملک میں وفاقی سطح پر ایک تعلیمی تھینک ٹینک کی اشد ضرورت ہے جو ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں ہونے والی تعلیمی سرگرمیوں اور نصابی معاملات کے بارے میں ماہرین تعلیم کی مشاورت سے تجاویز پیش کرے۔

اگر ہم سب مل کر تعلیمی میدان میں ان بکھرے کانٹوں کو اٹھانے میں کامیاب ہوگئے اور مطلوبہ کردار کے طلباء ہمارے اداروں سے نکلنے لگ گئے تو ہمارا ملک نہ صرف دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے گا بلکہ بیرون ملک پاکستان کا نام روشن کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کا آفاقی پیغام نسل انسانیت تک پہنچا کر اپنی دنیا کے ساتھ اپنی آخرت بھی سنوار سکتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱) بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(۱۴۲۲ھ) صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، بیروت، طبع اول ج ۱ ص ۱۱ حدیث ۱۰

۲) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام ثم جاء بها إبراهيم وبابنها إسماعيل وهي ترضعه، حتى وضعهما عند البيت عند دوحة فوق زمزم في أعلى المسجد قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر (۲۰۰۶) احکام القران للقرطبی مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، طبع: اول ج:۹ص:۳۶۸

۳) سورۃ ابراہیم : ۳۵

4 According to a source there are more than two lakh educational institutions in Pakistan at the elementary,secondary, upper secondary, and higher education levels. The education is organized as follows(Gottsleben,1988, See: A Comparative Study on Vocational Training Structure of Pakistan with Britishand German Model Dr. Iftikhar Hussain Shah Director, Research TEVTA Lahore, Pakistan International Journal of Business and Social Science Vol. 2 No.1; January 2011

۵) بی بی سی کے طاہر خان کے مطابق مختلف ذرائع سے حاصل کردہ اعداد وشمار کے مطابق ان مدارس میں مجموعی طور پر رواں سال کے لیے ایک لاکھ پچپن ہزار سے زائد طلباء و طالبات کا اضافہ ہوا ہے۔اعداد وشمار کے مطابق طلباء وطالبات میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مدارس کی طرف سب سے زیادہ رجحان دیکھنے میں آیا اور مجموعی طور پر وفاق المدارس سے ملحقہ مدارس میں طلباء کی تعداد میں چالیس فیصد سے زائد اضافہ ہوا۔

اس کے علاوہ تنظیم المدارس کے مدارس میں طلباء کی تعداد میں بیس فیصد، رابطہ المدارس الاسلامیہ پاکستان اور وفاق المدارس السلفیہ کے مدارس میں اٹھارہ فیصد جبکہ وفاق المدارس الشیعہ میں دس فیصد زیادہ طلباء وطالبات رجسٹر ہوئے۔

غیر رجسٹر شدہ مدارس میں سے اکثر مدارس تبلیغی جماعت کے زیر انتظام ہیں اور ان مدارس میں طلباء کی تعداد میں اس سال پینتیس فیصد کے قریب اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

http://www.bbc.co.uk/urdu/pakistan/2010/10/101006_madarsa_students_rise.shtml

۶) بخاری ج ۲ ص ۵ ح ۸۹۳

۷) بخاری ج۳ص۱۲۹ح۲۴۴۹

۸) مسلم، مسلم بن حجاج قشیری(۱۹۹۱ء) صحیح مسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول ج۴ص۱۹۹۷ح۲۵۸۱

9 The number of Pakistani expats in Saudi Arabia is consistently increasing and currently exceeds 1.5 million . The report said that the total number of Pakistani workers deployed in the Kingdom has doubled during the last seven or eight years. The UK, US and UAE are other countries with a significant Pakistani population, which varies from 1.2 million to 1 million. The remittances of Pakistani workers from the Kingdom have increased significantly to about $3 billion annually
Pakistani Ambassador Mohammed Naeem Khan was commenting on a report of the Bureau of Emigration & Overseas Employment (BEOE), a regulatory body of the Pakistan government, which controls workers' employment and the emigration process.
Pakistanis are the second largest ethnic group in the UAE, constituting 21% of the country's total population.[1] They are the third largest overseas Pakistani community, See http://www.arabnews.com Published - Wednesday 29 August 2012; http://en.wikipedia.org/wiki/Pakistanis_in_the_United_Arab_Emirates

10 Saudi Arabia beheads sixth Pakistani in three weeks; See http://www.dawn.com/news/1142712 Published Nov 06, 201

۱۱) حضور ﷺ کا فرمان ہے: إن أحب الأعمال إلى الله ما دام وإن قل (اللہ تعالی کے ہاں پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو مستقل ہوں اگرچہ وہ تھوڑی مقدار میں ہوں)، دیکھیے: بخاری ج۷ص۱۵۵

12 Arfa Abdul Karim Randhawa was a Pakistani student and computer prodigy who became the youngest Microsoft Certified Professional (MCP). See : http://en.wikipedia.org/wiki/Arfa_Karim

13 Pakistan's education system faces long-standing problems in access, quality, and equal opportunity at every level: See : Education System Reform in Pakistan: Why, When, and How? Policy Paper No. 76 January 2014 by Mehnaz Aziz Children's Global Network, Pakistan and others.pp no 1.

14 This research indicates toward the effectiveness of training in education sector in Pakistan. A significant difference between the trained and untrained teachers in specific area of performance indicates the role of training to ensure an effective classroom performance. The performance of the teachers in specific area is evaluated and a significant difference was found. Trained teachers

are found more effective in their performance than untrained teachers. See :Global Journal of HUMAN SOCIAL SCIENCE Linguistics & Education ,Volume 13 Issue 3 Version 1.0 Year 2013 Type: Double Blind Peer Reviewed International Research Journal Publisher: Global Journals Inc. (USA) Online ISSN: 2249-460x & Print ISSN: 0975-587X.

15 There is a serious mismatch between the jobs demanded by the emerging needs of the economy and the supply of skills and trained human resource in the country. See : Enhancing Vocational Training for Economic Growth in Pakistan. Article By USMAN MUSTAFA, KALBE ABBAS, and AMARA SAEED ,The Pakistan Development Review 44 : 4 Part II (Winter 2005) pp. 567–584

۱۶) صرف وفاق المدارس العربیہ ملتان سے ۱۸۶۷۷ مدارس کا الحاق ہے اٹھارہ ہزار چھ سو ستتر (۱۸۶۷۷) مدارس وجامعات کام کر رہے ہیں۔ان مدارس میں ایک لاکھ آٹھ ہزار چونسٹھ اساتذہ کرام خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ تئیس لاکھ چار ہزار پانچ سو بارہ طلبہ / طالبات زیر تعلیم ہیں۔وفاق المدارس سے اب تک فارغ التحصیل ہونے والے علماء کی تعدادایک لاکھ انیس ہزار آٹھ سو بانوے،عالمات کی تعدادایک لاکھ پچاس ہزار اٹھائیس اور حفاظ کی تعداد نولاکھ پچیس ہزار ایک سو بانوے(۹۲۵۱۹۲) ہے۔دیکھیے: http://www.wifaqulmadaris.org

۱۷) کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے بدترین انسان (فرعون) جس نے خدائی کا دعوی کرلیا تھا، سے بات کرنے کے لیے اس دور کے سب سے افضل ترین انسان (حضرت موسی علیہ السلام) کو فرمایا **قولا له قولا لينا** مگر آج ہم صرف فقہی اجتہادی اختلاف پر وہ فتنہ برپا کرتے ہیں، جس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **والفتنة اشد من القتل** (فتنہ تو قتل سے زیادہ سخت ہے)۔ہم دوسرے پر الزام لگاتے وقت یہ سوچتے ہی نہیں کہ کہیں خود ہم ہی تو مجرم نہیں بن رہے ؟ حضور ﷺ کا یہ فرمان تو بھول ہی گئے ہیں ؟ **((من دعا رجلا بالكفر او قال عدو الله، وليس كذلك، الا حارعليه))** (یعنی جو شخص کسی کے کفر کا دعوی کرے یا اسے اللہ کا دشمن کہہ دے اور وہ اس طرح نہ ہو تو یہ بات واپس اسی پر لوٹے گی)۔

۱۸) محمد امین، ڈاکٹر، ہمارا دینی نظام تعلیم، طبع اول، لاہور، دارالاخلاص، (۲۰۰۴)

۱۹) دیکھیے: صدارتی آرڈیننس نمبر XL مجریہ اگست ۲۰۰۱

۲۰) نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب (ندارد) سنن نسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، طبع نامعلوم حدیث نمبر ۵۴۸۵؛ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان سجستانی (۱۹۹۳) صحیح ابن

حبان، موسسۃ الرسالہ، بیروت، طبع دوم ج ۳ ص ۳۰۲ اس حدیث کو علامہ البانی اور دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے مگر اس روایت کے شواہد بھی موجود ہیں۔

* *